کلمات تبریک کی حقیقت

مفتی محمد تقی عثمانی

"مبارک ہو، ایک ایسا جملہ ہے جو ہم دن رات بیشمار مواقع پر استعمال کرتے ہیں۔ شادی بیاہ ہو یا خوشی کی دوسری تقریبات، بچے کی ولادت ہو یا عقیقہ، امتحان میں کامیابی ہو یا ملازمت کا حصول، کوئی تجارتی فائدہ حاصل ہوا ہو یا کوئی عہدہ و منصب۔ ہر خوشی کے موقع پر یہ جملہ بے ساختہ زبانوں پر آتا ہے اور اسی کے ذریعے دوسرے کی خوشی میں اپنی شرکت کا اظہار کیا جاتا ہے۔

لیکن یہ جملہ اتنی کثرت سے ایک رسمی جملے کے طور پر استعمال ہونے لگا ہے کہ اب وہ اپنی معنوی اہمیت کھو بیٹھا ہے اور اب ہمیں اس کا صرف محل استعمال یاد رہ گیا ہے، اس کے ٹھیک ٹھیک معنی یاد نہیں رہے یا کم از کم ان کا دھیان نہیں رہا۔

"مبارک ہو" در حقیقت ایک دعا ہے، اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ خوشی کا جو سبب تمہیں حاصل ہوا ہے، اللہ تعالی اس میں برکت عطا کرے۔

"برکت" کیا چیز ہے؟ آج مادی اسباب و وسائل کی ادھیڑ بن میں اس سوال کا جواب اتنا دھندلا گیا ہے کہ بہت کم لوگ اس سے واقف رہ گئے ہیں۔ اس لئے اس کی تشریح کے لئے تھوڑی سی تفصیل اور وضاحت درکار ہے۔

اس دنیا میں راحت و آرام کے جتنے مادی وسائل کی تلاش میں ہم دن رات سرگرداں ہیں، وہ راحت و آرام کے وسائل و اسباب ضرور ہیں، لیکن بذات خود راحت و آرام نہیں ہیں۔ خواہ وہ روپیہ پیسہ ہو، زمین جائیداد ہو، کوٹھی بنگلے ہوں، نوکر چاکر ہوں، کاریں اور ہوائی جہاز ہوں یا بیوی بچے اور عزیز رشتہ دار ہوں۔ یہ سب چیزیں راحت و آرام یا سکون و اطمینان حاصل کرنے کا ذریعہ تو ہیں، لیکن ان میں لازمی طور پر ہمیشہ آرام پہنچانے اور سکون عطا کرنے کی بذاتِ خود طاقت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کو یہ تمام چیزیں میسر ہوں اسے ہر حال میں ان کا آرام ضرور نصیب ہو۔ کتنے ہی لوگ ہیں جن کے پاس روپے پیسے کی ریل پیل ہے، جو عالی شان کوٹھیوں میں رہتے اور پر شکوہ کاروں میں سفر کرتے ہیں، لیکن ان تمام اسباب راحت کے باوجود ان کی اندرونی زندگی میں جھانک کر دیکھئے تو انہیں آرام و سکون میسر نہیں۔ وہ کسی ایسے کرب میں مبتلا ہیں جس نے مال و دولت کے ان تمام مظاہر کو ان کے حق میں بیکار بنا کر رکھ دیا ہے۔

ایک شخص کے دستر خوان پر انواع و اقسام کے قیمتی کھانے چنے ہوئے ہیں، تازہ اور لذیذ پھلوں کا انتخاب مہیا ہے، صاف ستھرے برتن سجے ہوئے ہیں، ماحول پر کیف خوشبو سے معطر ہے،،، تو لذت کے سارے اسباب بظاہر موجود ہیں لیکن اگر اس کا معدہ خراب ہے تو لذت کے یہ سارے اسباب مل کر بھی اسے لذت عطا نہیں کر سکتے۔ یا اگر معدہ بھی ٹھیک ہے لیکن کوئی شدید ذہنی پریشانی لاحق ہے جس نے بھوک اڑا رکھی ہے تو یہ تمام لذیذ کھانے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور اسے لذت کی نعمت عطا نہیں کر سکتے۔

ایک شخص کے پاس رہنے کا عالی شان مکان ہے، اس کی خوابگاہ آرام و راحت کے جدید ترین ساز و سامان سے آراستہ ہے۔ انتہائی دلکش مسہری پر نرم گداز بستر بچھا ہوا ہے، گرمی کو دور کرنے کے لئے کمرے میں ایئر کنڈیشنر چل رہا ہے، لیکن جب وہ اس خواب آور ماحول میں پہنچ کر بستر پر لیٹتا ہے تو نیند غائب ہے۔ ہزاروں جتن کرنے کے بعد بھی وہ سو نہیں سکتا اور ساری رات بستر پر کروٹیں بدل کر گزار دیتا ہے۔ اس شخص کے پاس آرام و آسائش کے ظاہری اسباب پوری طرح موجود تھے، لیکن اسے آرام نہ مل سکا، اور پوری رات آنکھوں میں کاٹنی پڑی۔

دوسری طرف ایک محنت کش مزدور یا کسان ہے۔ وہ چار پانچ گھنٹے کی مشقت اٹھانے کے بعد جب کھانے کے لئے اپنی گٹھڑی کھولتا ہے تو بظاہر اس میں صبح کی پکی ہوئی معمولی ساگ روٹی ہے۔ لیکن اس کا معدہ صحت مند اور اس کی بھوک بھرپور ہے۔ اسے یقیناً اس بھوک کے عالم میں ساگ روٹی سے وہ لذت حاصل ہو جاتی ہے جو بیمار معدے کے دولت مند شخص کو انواع و اقسام کے کھانوں میں نصیب نہ ہو سکی۔ پھر جب رات کے وقت وہ کھلے آسمان کے نیچے اپنی کھری چارپائی پر پہنچتا ہے تو نیند سے اس کی آنکھیں بوجھل ہیں اور وہ اس ننگی چارپائی پر لیٹتے ہی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے اور آٹھ گھنٹے کی بھرپور نیند لیکر صبح کو چاق و چوبند اٹھتا ہے۔ اس کے پاس نہ مسہری تھی نہ گداز بستر تھا نہ ایئر کنڈیشنڈ کمرہ تھا نہ روم اسپرے کی مہک تھی۔ لیکن اس کھری چارپائی پر بھی اسے وہ راحت میسر آگئی جو اس دولت مند کو ایئر کنڈیشنڈ خوابگاہ میں بھی میسر نہیں آئی تھی۔

اس قسم کی دسیوں مثالیں روز مرہ ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں جن میں ایک شخص لذت اور راحت کے سارے اسباب سے لیس ہونے کے باوجود لذت اور راحت سے محروم ہوتا ہے اور دوسرا شخص بہت معمولی ساز و سامان کے باوجود اس سے کہیں زیادہ ذہنی سکون اور اطمینان سے سرشار۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دنیا میں راحت و آسائش کے جتنے وسائل ہیں ان سے واقعۃً لذت اور راحل حاصل ہونا کچھ ایسے عوامل پر موقوف ہے جو انسان کی قدرت اور اختیار سے باہر ہیں۔ انسان روپیہ خرچ کر کے راحت کے اسباب تو خرید سکتا ہے لیکن وہ عوامل پیسے سے نہیں خریدے جا سکتے جن کی وجہ سے ان اسباب میں حقیقی راحت و آرام عطا کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

انسان دن رات ایک کر کے دولت کما سکتا ہے بنگلے بنا سکتا ہے، کاریں خرید سکتا ہے، ملیں کھڑی کر سکتا ہے، لیکن ان چیزوں سے حقیقی لطف اور واقعی آرام حاصل کرنے کے لئے جو صحت درکار ہے، جس پر سکون گھریلو تعلقات کی ضرورت ہے اور جو ذہنی سکون

ناگزیر ہے وہ نہ تو روپے پیسے کے بل پر حاصل کیا جاسکتا ہے نہ اسے کوئی مشین تیار کر سکتی ہے۔ وہ کلی طور پر انسان کی حدود اختیار سے ماورا ہے اور خالصۃً اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اس عطا میں اس کا کوئی شریک نہیں وہ اگر چاہے تو پھونس کے جھونپڑے کو جنت بنادے اور اگر چاہے تو یہ چیزیں سلب کر کے عالیشان محل کو انگاروں کے فرش میں تبدیل کر دے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ عطا جو بلاشرکتِ غیرے اس کے قبضہ قدرت میں ہے، اسی کا نام "برکت" ہے۔ یہ "برکت" حاصل ہو تو تھوڑی چیز بھی کافی ہو جاتی ہے اور اس سے مطلوبہ فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور اگر یہ "برکت" مفقود ہو تو دولت کے ڈھیر بھی انسان کو فائدہ نہیں پہنچاسکتے۔ اسی "برکت" کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اگر دنیا کے کسی سازوسامان سے وقتی طور پر کچھ راحت مل بھی رہی ہے تو اس کا انجام بھی بخیر ہو۔ اگر ایک ڈاکو لاکھوں روپیہ لوٹ کر تین دن تک خوب مزے اڑائے اور چوتھے دن جیل میں پہنچ جائے تو وہ تین دن کے مزے کس کام کے؟ لہٰذا دنیا کا ہر لطف، لذت اور آرام اسی وقت قابل قدر ہے جب اس کا انجام کسی بڑی تکلیف کی صورت میں ظاہر نہ ہو اور "برکت" کے مفہوم میں یہ بات بھی داخل ہے۔

اب "برکت" دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہوئی، ایک یہ کہ راحت کا جو ظاہری سبب ہمیں نظر آرہا ہے، وہ واقعی لذت یا آرام پہنچائے اور کوئی ایسی حالت پیدا نہ ہو جو اس کا مزہ کرکرا کر ڈالے،،، اور دوسرے یہ کہ اس کا انجام بھی بخیر ہو اور اس سے حاصل ہونے والی ظاہری لذت یا آرام کا نتیجہ خراب نہ ہو۔

لہٰذا جب کسی کو خوشی کا کوئی سبب حاصل ہوتا ہے، اور ہم اسے مبارکباد دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوشی کے اس سبب میں برکت پیدا کرے۔ یعنی وہ تمہارے لئے حقیقی خوشی اور راحت کا باعث بنے، اور بالآخر دنیا اور آخرت میں اس کا انجام بھی درست ہو۔

جب کسی کی شادی کے موقع پر ہم اس سے کہتے ہیں کہ "مبارک ہو" تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ تم نے اپنی سی کوشش کر کے اپنے لئے بہتر رشتہ ڈھونڈا ہے، لیکن اس رشتے کی کامیابی کچھ ان دیکھے حالات پر موقوف ہے جو ہمارے تمہارے اختیار سے باہر ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ ہم اسی سے دعا کرتے ہیں کہ یہ رشتہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ثابت ہو۔

جب کوئی شخص گاڑی خریدتا ہے اور ہم اسے مبارک باد دیتے ہیں تو اس میں یہ اعتراف پنہاں ہے کہ یہ گاڑی اگرچہ بظاہر آرام دہ ہے۔ لیکن یہ بات آنے والے غیر اختیاری حالات ہی بتاسکتے ہیں کہ یہ واقعی آرام پہنچائے گی یا روزروز گیراج میں کھڑی رہ کر ایک نیا دردِ سر پیدا کریگی۔ یہ غیر اختیاری حالات چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں اس لئے اسی سے دعا ہے کہ وہ اس گاڑی میں برکت پیدا کر کے حالات کو ایسا سازگار بنادے کہ یہ گاڑی واقعی تمہیں آرام پہنچائے اور اس کا انجام بھی بخیر ہو۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہوئی ہوگی کہ مبارکباد کے ہر فقرے میں ہم ہر بار یہ اعتراف کرتے ہیں کہ دنیا کے ہر آرام دہ ساز و سامان اور خوشی کے ہر واقعے میں اصل اہمیت "برکت" کو حاصل ہے۔ وہ ہے تو سب کچھ ہے اور وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں اور ساتھ ہی یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ "برکت" کا حصول ہمارے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ لیکن چونکہ مبارکباد کے فقرے ہم صرف ایک رسم پوری کرنے کے لئے بے سوچے سمجھے بولتے رہتے ہیں اس لئے ان جیتے جاگتے حقائق کی طرف ہمارا دھیان نہیں جاتا اور "مبارکباد" کا فقرہ درحقیقت "برکت" کی جس اہمیت کا اعتراف ہے، اپنی عملی زندگی میں ہم نے اسی "برکت" کو اتنا ہی غیر اہم قرار دے رکھا ہے۔ چونکہ "برکت" ایسی چیز نہیں جو گنتی میں آسکے یا جسے مادی پیمانوں سے ناپا جاسکے اس لئے ہماری ساری دوڑ دھوپ راحت و لذت کے اسباب حاصل کرنے پر تو صرف ہو رہی ہے لیکن ان اسباب میں "برکت" پیدا ہونے کی طرف ہمیں مطلق توجہ نہیں۔ اگر ہوتی تو ہم یہ سوچے بغیر نہ رہتے کہ جب "برکت" خالصۃً اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے تو وہ ایسے ساز و سامان میں کیسے پیدا ہو سکتی ہے جو اس کی نافرمانی کر کے حاصل کیا گیا ہو، جس سے اس کے بندوں کے حقوق پامال ہوئے ہوں اور جس کی بنیاد ہی ظلم اور ناانصافی پر اٹھی ہو؟

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم مال و دولت اور ساز و سامان کی گنتی بڑھانے میں دن رات منہمک ہیں لیکن یہ حساب لگانے کی ہمیں فرصت نہیں کہ گنتی کے اس اضافے نے حقیقی راحت میں کتنا اضافہ کیا؟ اگر ایک شخص دوسرے کے حقوق پامال کر کے یا رشوت کا گناہ عظیم اپنے سر لے کر دس بیس ہزار روپے گھر لے آیا تو وہ اس بات پر مگن ہے کہ میں نے اپنی دولت میں اضافہ کر لیا۔ لیکن اگر چند ہی دنوں کے عرصے میں حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ اس سے زیادہ روپے کسی ہسپتال کا بل ادا کرنے یا کسی مقدمہ بازی میں خرچ کرنے پڑے تو یہ حساب کوئی نہیں لگاتا کہ انجام کار مجھے دردسری کے سوا کیا ملا؟ اور اگر میں دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر یہ رقم نہ لاتا تو کچھ بعید نہ تھا کہ میری حلال کمائی کے تھوڑے پیسوں سے ہی مجھے وہ راحت مل جاتی جو اس بڑی رقم سے نہیں مل سکی۔

بعض مرتبہ دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم تو بہت سے ظالم اور بددیانت لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے مزے کی زندگی گزار رہے ہیں اور ظلم اور بددیانتی نے ان کی لذت و راحت میں کوئی کمی نہیں کی۔ لیکن اول تو بسا اوقات یہ بات سوچتے وقت ہم ایک بار پھر وہی غلطی کرتے ہیں کہ اسباب راحت ہی کو راحت سمجھ کر بیٹھتے ہیں یعنی کسی بددیانت شخص کا شاندار بنگلہ خوبصورت کار اور رہنے سہنے کا قیمتی سامان دیکھ کر یہ فرض کر لیتے ہیں کہ وہ بڑے مزے میں ہوگا۔ حالانکہ لذت و راحت تو درحقیقت ایک اندرونی کیفیت کا نام ہے جس کا سراغ کوٹھی بنگلے سے نہیں لگایا جاسکتا۔ جب تک کوئی شخص اس کے سینے میں اتر کر نہ دیکھے اسے ٹھیک پتہ نہیں چل سکتا کہ اس کے دل پر کیا گذر رہی ہے؟ دنیا بھر میں خودکشی کرنے والوں کا اوسط ان گھرانوں میں زیادہ ہے جو کھاتے پیتے کہلاتے ہیں اور جن کے پاس اسباب راحت کی کوئی خاص کمی نہیں ہے۔ خود میرے ذاتی تجربے میں ایسی ان گنت مثالیں ہیں کہ محفلوں میں قہقہے لگانے والے دولت مند افراد نے جب تنہائی کے وقت اپنا دل میرے سامنے کھول کر رکھا تو وہ دکھوں سے چور اور زخموں سے چھلنی تھا۔

دوسرے یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ "برکت" کے مفہوم میں صرف وقتی راحت ہی داخل نہیں بلکہ اس راحت کا انجام بخیر ہونا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا اگر کسی بد دیانت شخص کو بالفرض وقتی راحت میسر آبھی جائے تو بالآخر اس کا انجام درست نہیں ہو سکتا۔ اکثر تو بد دیانتی کی سزا اس دنیا میں ہی مل جاتی ہے اور اس بری طرح ملتی ہے کہ وہ راحت اس کے آگے کالعدم ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ میں اپنے کس فعل کی سزا بھگت رہا ہوں۔ لیکن در حقیقت اس کی زندگی میں آنے والے مصائب خود اس کے اعمال کی سزا ہوتے ہیں اور بالآخر آخرت میں تو ظلم وزیادتی کی سزا ملنی ہی ملنی ہے جس سے کوئی مفر ممکن نہیں۔ جب تک ظلم و تکبر کا نشہ چڑھا ہوا ہے، انسان اپنے انجام سے غافل ہے۔ لیکن جس روز موت دروازے پر دستک دے کر یہ نشہ اتار دیگی تو آنکھیں بند ہوتے ہی وہ دہکتے ہوئے انگارے نظر آجائیں گے جنہیں دولت کے ڈھیر سمجھ کر وہ ان کی خاطر حق و انصاف کا خون کرتا رہا۔ قرآن کریم نے یہی حقیقت ان الفاظ میں یاد دلائی ہے کہ: "جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور وہ اپنے پیٹ میں آگ نگل رہے ہیں، اور یقیناوہ دہکتی آگ میں داخل ہو کر رہیں گے۔"